ضد اور ہٹ دھرمی کے باعث یہ تینوں ذریعے کھو بیٹھتا ہے۔اب یہ نہ کسی ہدایت دینے والے کی آواز سنتا ہے، نہ اس کے پاس سچی تعلیم کے بارے میں پوچھنے کی صلاحیت باقی ہے۔اور نہ ہی حق کی نشانیاں دیکھ کر کوئی اثر حاصل کرتا ہے۔اور اب اس بات کا کوئی امکان باقی نہیں ہے کہ وہ کفر و شرک سے اسلام کی طرف یا ظلمت سے روشنی کی طرف پلٹ آئے گا۔(تفسیر ابن کثیر ۱/۸۳۔۸۵ ،فتح القدیر ۱/۴۷)

انسان کے جسم میں حصول علم اور حق و باطل میں فرق کرنے کا مرکز دل و دماغ ہے۔اور اس مرکز تک تجربات، احساسات اور مشاہدات کی رسائی کا راستہ کان اور آنکھیں ہیں۔اور دوسروں کے تجربات و مشاہدات دریافت کرنے کا راستہ زبان ہے۔ ان راستوں سے گزرنے کے بعد ہی غور و فکر، فہم و فراست کا مرحلہ آتا ہے، پھر اس مرحلے سے کامیاب گزرنے کی صورت میں قبولیت حق کا مرحلہ آتا ہے۔(حدیث التفاسیر از عبدالستار دہلوی ۱/۵)

زیر درس آیات میں ان بدنیت منافقین کو بہرے، گونگے اور اندھے قرار دے کر تلاش حق کے پہلے ہی مرحلے میں ان کی ناکامی اور حرمان نصیبی کو واضح کر دیا گیا ہے۔اعاذنا اللہ

درس حدیث

عمل ، نیت اور رد عمل

مدیر مسئول

عن ابن عباس - رضي الله عنهما - عن رسول الله - ﷺ - فيما يرويه عن ربه - تبارك وتعالى - قال: **"إن الله كتب الحسنات والسيئات ، ثم بين ذلك ، فمن هم بحسنة فلم يعملها كتبها الله عنده حسنة كاملة و إن هم بها فعملها كتبها الله عنده عشر حسنات إلى سبعمائة ضعف إلى أضعاف كثيرة و إن هم بسيئة فلم يعملها كتبها الله عنده حسنة كاملة و إن هم بها فعملها كتبها الله سيئة واحدة"** [متفق عليه، وزاد مسلم]: **"ولا يهلك على الله إلا هالك"**.

"حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ اپنے رب تعالی سے روایت فرماتے ہیں کہ "اللہ پاک نے اپنی ہمہ گیر اور لازوال رحمت وشفقت کی بنا پر نیک و بداعمال سے متعلق یہ قاعدہ مقرر فرمایا ہے کہ جو کوئی نیکی کا ارادہ کرتا ہے اور اس پر عمل نہیں کرتا، تب بھی اللہ عزوجل اپنے ہاں ایک مکمل نیکی لکھ دیتا ہے۔ اور اگر ارادہ کر کے نیکی کر لیتا ہے، تو اللہ پاک اس ایک نیکی کو دس گنا بلکہ اخلاص کے حساب سے سات سو نیکیاں اور اس سے بھی کئی گنا بڑھا کر عطا فرماتا ہے۔ اور جب برائی کا ارادہ کر لیتا ہے اور برائی کرتا نہیں ہے، تو اللہ تعالی برائی کے ارادہ کو ترک کر لینے پر ایک کامل نیکی لکھ دیتا ہے۔ اور اگر اس برائی کے ارادے کے ساتھ عمل بھی کر لیتا ہے تو اللہ تعالی اسے ایک ہی برائی لکھتا ہے"۔ صحیح مسلم کی ایک اور روایت میں یہ زائد الفاظ بھی ہیں: "اور اللہ کی اتنی وسیع رحمت اور فضل عظیم کے ساتھ صرف وہی بدنصیب ہلاکت وبربادی میں گرفتار ہوگا، جو واقعی ہلاکت کا اہل ہو"۔

تخریج: ﴿۱﴾ یہ حدیث صحیح بخاری :كتاب الرقاق باب ۳۱(من هم بحسنة او سيئة) [مع الفتح ۱۱/۳۳۱]،صحیح مسلم:كتاب الإيمان حديث ۲۰۷[مع المنهاج ۳/۱٤۹]، سنن الدارمي:الرقاق باب۷۰(من هم بحسنة)[۳/٤۱۳]، مسنداحمد[۱/۳۲۷،۲۷۹،۳۱۰،۳٦۱] میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

﴿زیادۃ الثقہ﴾ :صحیح مسلم[۲/۱۵۰،۱۵۲]میں حدثنا يحى بن معين حدثنا جعفر بن سليمان کی سند سے مروی ہے۔

﴿۲﴾ صحیح مسلم كتاب الايمان [۲/۱٤۷،۱٤۹]، جامع الترمذی كتاب التفسير [۵/۲٤۷] اور مسند احمد[۲/۲۳٤،٤۱۱،٤۹۸] میں حضرت ابوھریرۃ سے کچھ لفظی فرق کے ساتھ روایت ہے۔ اور امام ترمذی نے کہا ہے:هذا حديث حسن صحيح۔

﴿۳﴾ اس حدیث کا ایک حصہ مسند احمد[۳/۱٤۹] میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے واقعہ معراج کے ساتھ مروی ہے۔

﴿۴﴾ نیز یہی حصہ مسند احمد[٤/٣٤٥] میں حضرت خریم بن فاتک الأسدی رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا گیا ہے۔

بعض الفاظ کی توضیح:

كتبها الله عنده حسنة كاملة: امام ابن رجب الحنبلی نے کہا :''**عنده**'' کے لفظ میں اللہ پاک کے ہاں اس کے اہتمام کی طرف اشارہ ہے۔

''**كاملة**'' سے لفظ''**حسنة**'' کی تاکید فرمائی جو کہ انتہائی قدردانی کو ظاہر کرتا ہے۔

''**سيئة واحدة**'' میں **سيئة** کی قلت کی تاکید''**واحدة**'' سے فرمائی اور اسکی تاکید میں کاملۃ نہیں فرمایا۔(جامع العلوم والحکم ص :٣٠٥)

شرح الحدیث :

یہ حدیث چار قسم کے اعمال کے نتائج پر مشتمل ہے۔

ا۔مؤمن نیک کام انجام دے:

اس پر کم ازکم دس گنا ثواب ہر نیکی کے لئے مقرر ہے۔اس کی دلیل ہے﴿**من جاء بالحسنة فله عشر أمثالها**﴾(الأنعام:١٦٠)''جوکوئی نیک عمل لے آئے تو اسکے لئے دس گنا ثواب ہے''

اخلاص،احوال اور حاجت کے مطابق اللہ پاک جسکے لئے چاہے اسے دس گنا سے بڑھا کر عطا کرتے ہیں۔اسکی دلیل یہ ہے:﴿**مثل الذين ينفقون أموالهم في سبيل الله كمثل حبة أنبتت سبع سنابل فى كل سنبلة مائة حبة والله يضاعف لمن يشاء والله واسع عليمO**﴾[البقرة:٢٦١]''جو اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچتے ہیں انکی مثال ایک دانے کی طرح ہے جس سے سات خوشے اگتے ہیں،ہر خوشے میں سو سو دانے ہوتے ہیں۔اور اللہ جس کیلئے چاہے مزید بڑھاتا ہے اور اللہ بڑی کشادگی اور علم والا ہے''۔

عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایک شخصؓ نے نکیل لگایا ہوا ایک اونٹ پیش کیا اور کہا: یہ اللہ کی راہ میں صدقہ ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا''**لك بها يوم القيامة سبعمائة ناقة كلها مخطومة**''[صحيح مسلم كتاب الإمارة٣٨/١٣.نسائى كتاب الجهاد،دارمى كتاب الجهاد، مسند احمد ٤/١٣١ ، ٧٤/٥] ''تجھے اسکے بدلے قیامت کے روز سات سو اونٹ ملیں گے ان سب پر نکیل لگے ہوں گے''۔

حضرت معاذ بن انس الجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا''**إن الصلاة والصيام والذكر تضاعف على النفقة فى سبيل الله بسبعمائة ضعف**''[ابوداؤد كتاب الجهاد١٩/٣]''بیشک نماز،روزہ اور ذکر الٰہی بھی اللہ کی راہ میں صدقہ کی طرح سات سو گنا بڑھایا جاتا ہے''۔

اس حدیث کی سند میں زبّان بن فائد ہے۔وہ صالح اور عبادت گزار تھا،مگر روایت حدیث میں ضعیف [تقريب التهذيب ص:١٦١]۔

امام ابن حبان نے اپنی'' الصحیح '' میں عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ جب ﴿**مثل الذين**

ینفقون أموالهم﴾ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی "رب زد أمتي" کہ "اے میرے پروردگار! میری امت کو مزید عطا فرما"۔ تو اللہ پاک نے نازل فرمایا ﴿من ذا الذي يقرض الله قرضا حسنا فيضاعفه له أضعافا كثيرة﴾[البقرة ٢٤٥] "جو کوئی اللہ کو اچھا قرض دے تو وہ اسکے لئے بہت زیادہ گنا بڑھا کر عطا فرمائے گا"۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے اور دعا فرمائی "رب زد أمتي" تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿إنما يوفى الصابرون أجرهم بغير حساب﴾[الزمر ١٠] "یقیناً صبر کرنے والوں کو ان کا ثواب بے حساب دیا جائے گا"۔

اس کی سند میں عیسی بن المسیب ہے جسے امام یحیی بن معین، نسائی، ابوداؤد، ابوزرعہ اور ابن حبان نے ضعیف قرار دیا ہے۔ ابوحاتم اور دارقطنی سے جرح اور تعدیل دونوں منقول ہیں۔ امام حاکم نے صدوق اور ابن عدی نے صالح الحدیث قرار دیا ہے۔ (لسان المیزان ٤/٤٠٥)

ترغیب وترہیب کے باب میں علماء و محدثین ایسی روایات بلا کراہت پیش کرتے ہیں۔ اسی بنا پر امام ابن رجب نے مذکورہ دونوں روایات پر سکوت فرمایا ہے۔ جبکہ انہوں نے اس باب میں مزید احادیث بیان کر کے ان کا ضعف بیان کر دیا ہے۔ دیکھئے [جامع العلوم والحکم ٣٠٧]۔

حضرت ابو ہریرۃ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب ذوالجلال سے روایت فرمایا "الصيام لي و أنا أجزي به و الحسنة بعشر أمثالها" [بخاری باب فضل الصوم ٤/١٣٥، مسلم ٨/١٣، موطأ باب جامع الصيام ١٥٨] "اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا ثواب عطا کروں گا۔ باقی ہر نیکی کیلئے دس گنا ثواب ہے"۔

امام ابن حجر کہتے ہیں: "میرے لئے ہونے" کا مطلب یہ ہے کہ "اس عمل کے ثواب کی اصل مقدار اور بڑھوتری کی قدر میں ہی جانتا ہوں"۔ امام قرطبی نے کہا کہ "دیگر اعمال کے ثواب کی مقدار بیان کی گئی ہے کہ دس گنا سے سات سو گنا اور جتنا اللہ چاہے، لیکن روزہ کا ثواب اس قاعدے سے مستثنیٰ ہے۔ [فتح الباری ٤/١٣٠]

ثواب کا اضافہ حسن اسلام پر منحصر ہے: امام ابن رجب کہتے ہیں کہ نیک اعمال کا ثواب دس گنا سے درجہ بدرجہ بڑھ کر سات سو گنا، اور اس سے بھی زیادہ بے حساب بڑھنا حسن اسلام پر منحصر ہے۔ جیسے کہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے "إذا أحسن أحدكم إسلامه فكل حسنة يعملها تكتب بعشر أمثالها إلى سبعمائة ضعف" [صحیح مسلم، کتاب الإیمان ٢/١٤٨] پس ہر نیکی کا دس گنا ثواب تو ضرور ملے گا، اور اس سے زائد کا انحصار اسلام میں درجہ احسان کے حصول، اخلاص کی پختگی، اس عمل کی ضرورت اور اس کی فضیلت کے مطابق ہوگا۔ [جامع العلوم والحکم ص ١٠٠]

اعمال قلوب کا مؤاخذہ:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿و إن تبدوا ما في أنفسكم أو تخفوه يحاسبكم به الله﴾[البقرة ٢٨٤] "اور اگر تم اپنے دل کے خیالات ظاہر کریں یا انہیں چھپائے رکھیں، بہر حال اللہ تم سے اس کا حساب لیں گے" تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم پر یہ نہایت

گراں گزری۔(صحیح مسلم الإیمان ۲/ ۱٤٦)۔

امام ابوعبداللہ المازری کہتے ہیں: غالباانہوں نے یہ سمجھا تھا کہ دل میں آنے والے ایسے خیالات پر بھی مؤاخذہ ہوگا جن سے ہم اپنے اذہان کو بچا نہیں سکتے۔اگر چہ ان خیالات پر عمل پیرا ہونے کا ارادہ ہی نہ ہو۔مازری نے قاضی ابوبکرابن الخطیب سے نقل کیا ہے کہ جس نے دل سے گناہ کا عزم کیا اور اپنے نفس کو اس پر آمادہ کیا، وہ اس پختہ ارادے اور آمادگی پر گناہگار ہوگا۔اسے ''عزم'' یعنی پختہ ارادہ کہتے ہیں۔اور ان احادیث میں عدم مؤاخذہ کی نوید ہے ،اس سے مراد بلا ارادہ وعزم دل پر گزرنے والے افکار وخیالات ہیں،جن پر انسان آمادہ بھی نہیں ہوتا،اسکو ''هَمّ'' (خیال کرنا،تصور کرنا) کہتے ہیں۔

قاضی عیاض کہتے ہیں کہ اکثر اسلاف اور فقہاء ومحدثین کا نظریہ یہی ہے کیونکہ بعض احادیث سے اعمال قلوب پر مؤاخذہ ثابت ہے۔پس برائی کے عزم پر ایک گناہ لکھا جائے گا،اگر اس گناہ کے ترک کا سبب خوف الٰہی کے علاوہ کچھ اور ہو۔جب اس گناہ کا ارتکاب کرے تو ایک اور گناہ لکھا جائے گا۔ہاں اگر خوف الٰہی سے وہ گناہ ترک کرے تو (عزم والا گناہ مٹا کر) ایک نیکی لکھی جائے گی۔بعض اہل کلام نے اختلاف کیا ہے کہ عزم کے بعد گناہ صرف شرم وحیا کی وجہ سے ترک کرے تو ایک نیکی لکھی جائیگی یا نہیں۔قاضی عیاض کہتے ہیں کہ یقیناً اس پر بھی ایک نیکی لکھی جائیگی۔(المنہاج شرح نووی ۲/ ۱٥١)

امام نووی کہتے ہیں کہ دل کے پختہ ارادے پر مؤاخذہ عام شرعی دلائل سے ثابت ہے۔مثلاً:

۱۔ ﴿إن الذين يحبون أن تشيع الفاحشة فى الذين آمنوا لهم عذاب أليم فى الدنيا والآخرة﴾ (النور ١٩) ''بے شک جولوگ اہل ایمان میں بےحیائی پھیلنے کو پسند کرتے ہیں،ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے''۔

۲۔ ﴿يا أيها الذين آمنوا اجتنبوا كثيرا من الظن إن بعض الظن إثم﴾ (الحجرات ١٢) ''ایماندارو! بہت ساری بدگمانیوں سے پرہیز کرو، یقیناً بعض بدگمانیاں گناہ ہوتی ہیں''

۳۔ ﴿ومن يرد فيه بإلحاد بظلم نذقه من عذاب أليم﴾ (الحج ٢٥) ''اور جو کوئی اس (مسجد حرام) میں ظلم کے ساتھ الحاد (کجروی) کا ارادہ کرے،اسے ہم دردناک عذاب چکھا کر رہیں گے''۔(جامع العلوم والحكم ص ٣٠٨)۔

ان آیات میں واردشدہ اعمال:محبت (پسند کرنا)، ظن (بدگمانی) اور ارادہ بلاشبہ اعمال قلوب ہی ہیں۔

نیز شرعی نصوص اور اجماع سے حسد،مسلمانوں کو حقیر سمجھنا ،اور ان سے بدسلوکی کا ارادہ وغیرہ اعمال قلوب اور ان کا عزم حرام ہے۔امام ابوجعفر الطحاوی نے کہا کہ ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مقررشدہ فرشتے دلوں کے اعمال اور عزائم کو بھی لکھتے ہیں۔

گناہ کا ارتکاب:

نظام شریعت میں اصل قاعدہ تو یہی ہے جو زیر درس حدیث میں بیان فرمایا گیا ہے کہ: گناہ کے کام کو صرف ایک ایک گناہ ہی شمار کیا جاتا ہے،اس میں اضافہ نہیں کیا جاتا۔

بعض دفعہ گناہ بھی بڑھایا جاتا ہے:

لیکن بعض خاص زمانوں اور جگہوں کی فضیلت یا خود عمل کرنے والے فرد کے شرف ومنزلت کی بنا پر ایسے مخصوص اوقات یا مقامات پر واقع ہونے والے گناہ کی سنگینی زیادہ شدید ہونے کی وجہ سے اس کا گناہ بھی بڑھایا جاتا ہے۔ اسی طرح خاص اہل فضل افراد سے جب معصیت سرزد ہو تو اس کا گناہ بھی بڑھ سکتا ہے۔ اور یہ قسم شرعی نصوص میں عام لوگوں پر ان خاص افراد کی فضیلت یا اس گناہ کی شدت ومذمت نمایاں کرنے کے لئے بیان ہوئی ہے۔

۱۔ زمانے کی فضیلت کی بناء پر گناہ کی شدت

اللہ پاک نے فرمایا ﴿**إن عدة الشهور عند الله اثنا عشر شهرا فی كتاب الله يوم خلق السموات والأرض منها اربعة حرم ذلك الدين القيم فلا تظلموا فيهن أنفسكم**﴾ (التوبة:٣٦) ''یقیناً سال کے مہینوں کی تعداد اللہ پاک کے ہاں بارہ ہے۔ یہ اللہ کی کتاب میں اس دن سے ہے، جب اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، ان میں سے چار ماہ حرمت والے ہیں، یہی سیدھا دین ہے، لہذا ان مہینوں میں اپنے نفسوں پر ظلم نہ کیا کرو''۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ﴿**فلا تظلموا**﴾ کا اصل حکم تو ہمیشہ کے لئے ظلم کی حرمت ہے، پھر ان خاص مہینوں کی حرمت کی تعظیم فرمائی اور ان میں ہونے والے گناہ کی سزا بڑھائی اور ان میں صادر شدہ نیک اعمال کا ثواب بڑھایا۔ اسی بنا پر امام شافعی اور دیگر بہت سے علماء نے اشہر حرم کے مظالم کی دیت بھی زیادہ بھاری رکھی ہے۔ (تفسير القرآن العظيم ٢ / ٤٦٨)

امام ابن رجب کہتے ہیں کہ دو حدیثوں میں آیا ہے کہ رمضان شریف میں گناہوں کو دوگنا بڑھایا جاتا ہے لیکن ان کی سند صحیح نہیں۔ (جامع العلوم والحكم ص:٣٠٨)

۲۔ جگہ کی فضیلت کی بنا پر:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿**ومن يرد فيه بإلحاد بظلم نذقه من عذاب أليم**O﴾ حرم شریف میں کجروی اور ظلم کی بدنیتی کرنے والوں کے لئے صرف برائی کے ارادے پر دردناک عذاب کی وعید حدود حرم کی فضیلت ہی کا نتیجہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حرم شریف میں گناہ زیادہ سنگین ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ باقی دنیا میں ستر گناہ کرنے سے مکہ مکرمہ میں ایک گناہ کرنا زیادہ شدید ہے۔

اسی طرح مجاہد بن جبر اور عبدالملک بن جریج رحمہما اللہ سے بھی روایت ہے۔ اسی لئے عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم اور عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ حرم شریف میں زیادہ مدت نہیں رہتے تھے۔ (جامع العلوم والحكم ٣٠٨)۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث لکھی ہوئی محفوظ ہے:

''**المدينة حرم من عير إلى كذا، فمن أحدث فيها حدثا أو آوى محدثا فعليه لعنة**

الله و الملائكة و الناس أجمعين لا يقبل الله منه يوم القيامة صرفا ولا عدلا''(بخاری باب حرم المدينة ٤/ ٩٧، مسلم کتاب الحج١٥/ ١٤٢، ابوداود٢/ ٥٣٠) ''مدینہ عیر پہاڑ سے احد تک (شمالاً جنوباً) حرمت والی جگہ ہے۔ جو کوئی یہاں کسی بدعت کا ارتکاب کرے یا کسی بدعتی کو پناہ دے۔ تو اس پر اللہ پاک اور اس کے فرشتوں اور سارے لوگوں کی طرف سے لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ روز قیامت اس سے کوئی فرض یا نفل عبادت قبول نہیں فرمائیں گے''۔

یہ شدید وعید بھی حرم مدینہ کی فضیلت کی وجہ سے ہے۔ (فتح الباری ٤/ ١٠٢)

۳۔ بندے کے شرف اور معرفت الٰہی کی وجہ سے:

﴿ولولا أن ثبتناك لقد كدت تركن إليهم شيئا قليلاo إذا لأذقناك ضعف الحياة و ضعف الممات ثم لا تجد لك علينا نصيراo﴾[الإسراء ٧٤۔ ٧٥] ''اور اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو یقیناً قریب تھا کہ آپ ان کی طرف تھوڑا مائل ہو جاتے۔ اس صورت میں ہم ضرور آپ کو زندگانی کا دہرا عذاب اور موت کا دوگنا عذاب چکھا دیتے، پھر آپ ہمارے خلاف اپنے لئے کوئی مددگار نہ پاتے''۔

اسی طرح امہات المؤمنین ؓ سے فرمایا گیا **﴿يٰنساء النبى من يأت منكن بفاحشة مبينة يضاعف لها العذاب ضعفين وكان ذلك على الله يسيراo ومن يقنت منكن لله ورسوله وتعمل صالحا نؤتها أجرها مرتين وأعتدنا لها رزقا كريماo﴾**(الأحزاب: ٣٠۔ ٣١) ''اے نبی ﷺ کی بیویو! تم میں سے جو کوئی کھلی بے حیائی کرے اسے دوگنا عذاب دیا جائے گا، اور یہ اللہ کے ہاں بہت آسان ہے۔ اور تم میں سے جو کوئی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرے اور نیک عمل کرے ہم اسے دوگنا ثواب بھی دیں گے اور اس کے لئے ہم نے بہترین روزی تیار کر رکھی ہے''۔ اور اس دہرے عذاب اور دہرے ثواب کی وجہ یہی بیان کی: **﴿يٰنساء النبى لستن كأحد من النساء﴾**(الأحزاب ٣٢) کہ ''تم عام عورتوں کی طرح نہیں، بلکہ فضیلت میں سب سے برتر ہو''۔

۴۔ نیکی کا ارادہ کرنا:

اللہ رب العزت کا بے پایاں فضل واحسان ہے کہ جو شخص نیک عمل کی مخلصانہ نیت کرلے اور وہ عمل انجام نہ دے پائے تو اس کے لئے ایک نیکی درج کی جاتی ہے۔ حضرت خریم ابن فاتک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''**من هم بحسنة فلم يعملها فعلم الله أنه قد أشعرها قلبه و حرص عليها كتبت له حسنة**''(مسند احمد ٤/ ٣٤٥) ''جس کسی نے نیکی کا ارادہ کیا پھر وہ عمل نہیں کر پایا، اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اس شخص نے اپنے دل کو اس نیکی کا شعور دلایا تھا اور اسی کی رغبت کی تھی، تو اس کے لئے ایک نیکی لکھی جاتی ہے''

اسی حدیث کے ہم معنی حضرت ابوالدرداء اور عائشۃ رضی اللہ عنہما، حضرت سعید بن المسیب، ابوعمران الجونی اور زید بن اسلم رحمہم اللہ سے بھی منقول ہے۔

امام ابن رجب کہتے ہیں کہ فرمان الٰہی ﴿ **فضل الله المجاهدين بأموالهم وأنفسهم على القاعدين درجة وكلا وعد الله الحسنى وفضل الله المجاهدين على القاعدين أجرا عظيما**O﴾(النساء:۹۵) میں بھی یہی اشارہ ہے کہ حسن نیت اور شوق کے باوجود مالی وجانی جہاد سے پیچھے رہنے والوں کو بھی ایک ثواب ملے گا۔(جامع العلوم والحكم ص:۳۰۹)

۴۔ برائی کا قصد کرنا اور ارتکاب نہ کرنا:

زیردرس حدیث میں یہ فرمایا گیا ہے کہ جو برائی کا قصد کرے اور پھر اسکو عملی جامہ نہ پہنائے، تو اسے ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس کا سبب یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ ''**إنما تركها من جرائى**'' اس نے صرف اللہ پاک کی خاطر اس برائی کو ترک کردیا ہے، اس لئے اسے نیکی درج کی جائے گی۔ (مسلم ۲ /۱۴۸) پس جس نے برائی کا خیال آنے پر صرف اللہ تعالیٰ کی خاطر اسے ترک کیا، تو اخلاص کی وجہ سے بلاشبہ وہ ایک نیکی کا مستحق ہوگا۔

اگر برائی سے باز رہنے کا سبب صرف لوگوں کا خوف اور دکھلاوا ہو، تو اس کے متعلق دو مختلف نظریات ہیں:

۱۔ اس کا مؤاخذہ ہوگا۔ کیونکہ اس نے مخلوق کے خوف کو خوف الٰہی پر مقدم رکھا اور ریاکاری کا مرتکب بھی ہوا۔ یہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور فضیل بن عیاض سے منقول ہے۔

۲۔ اس کا مؤاخذہ نہیں ہوگا۔امام ابن رجب نے اسی کو ترجیح دی ہے(۳۱۰)

یہی نظریہ قرین قیاس ہے، کیونکہ مخلوق کا خوف در اصل شرم وحیا ہی ہے ۔اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے ''**والحياء شعبة من الإيمان**'' (مسلم كتاب الإيمان ۲ /۵) ''حیا ایمان کی ایک شاخ ہے''۔ ''**الحياء خير كله** '' (مسلم كتاب الإيمان ۲ /۵) ''حیا سراسر بھلائی ہے''۔پس حیا کی وجہ سے گناہ ترک کرنے پر بھی وہ ثواب کا مستحق ہوگا۔یا کم از کم یہ ہے کہ گناہ تو نہیں لکھا جائے گا۔واللہ اعلم

اگر برائی کے ارتکاب کی پوری کوشش کی، لیکن اسے ناکامی ہوئی تو اکثر علماء کے نزدیک وہ سزا کا مستحق ہوگا۔کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے ''--- **مالم تتكلم به او تعمل**.'' جب تک بری نیت زبان پر نہ لائے، یا برائی کے ارتکاب کیلئے اقدام نہ کرے، تو مؤاخذہ نہ ہوگا''۔

نیز فرمان رسالت مآب ﷺ ہے ''**إذا التقى المسلمان بسيفيهما فالقاتل والمقتول في النار.**'' ''جب دو مسلمان تلواریں لے کر لڑ پڑیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں'' صحابہ کرام نے مقتول کے دوزخی ہونے کی وجہ پوچھی تو ارشاد فرمایا ''**إنه كان حريصا على قتل صاحبه.**'' ''یعنی وہ بھی دوسرے کو قتل کرنے کا خواہشمند تھا''۔(بخاری کتاب الایمان ۱/ ۱۰۶، مسلم کتاب الفتن ۱۸/ ۱۰۔۱۱)

اگر کوئی انسان برائی کا ارادہ کرے اور برائی کا شوق ظاہر کرے یا کر نہ سکنے پر حسرت کا اظہار کرے تو اسے بھی گناہ درج کیا جاتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''**إن الله تجاوز لأمتى عما وسوست اوحدثت به أنفسها ما لم تعمل به أو تتكلم**'' (بخاری کتاب الأیمان ۱۱ /۵۵۷، مسلم

كتاب الايمان ٣/ ١٤٧) ''بیشک اللہ تعالی نے میری امت کے لئے دل کے خیالات کو معاف فرما دیا ہے جب تک وہ انہیں بیان نہ کریں یا ان پر عمل نہ کریں'' (تفسير القرآن العظيم ١/ ٤٥٢)۔

پس جب انسان زبان سے گناہ کی خواہش ظاہر کرے تو اس پر گرفت ہوگی کیونکہ بولنا زبان کا فعل ہے۔ جیسا کہ اللہ پاک کا ارشاد ہے ﴿**ما يلفظ من قول إلا لديه رقيب عتيدO**﴾ (قٓ:١٨) ''انسان جو بھی لفظ بولتا ہے، اس پر اسکے ہاں سخت نگہبان مقرر ہے''۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ کوئی مالدار شخص اپنے مال کے بل بوتے پر بدمعاشیاں کرتا ہو، اسے دیکھ کر کوئی غریب شخص آرزو کرے اور کہے کہ: ''لوأن لي مالا لعملت فيه ماعمل فلان '' **فهما في الوزر سواء**'' (ترمذی كتاب الزهد٤/ ٤٨٧، وقال حسن صحيح، ابن ماجه في الزهد ٢/ ١٤١٣، مسند احمد ٤/ ٢٣٠-٢٣١) ''کاش میرے پاس بھی مال ہوتا تو میں اس کی طرح عیاشیاں کرتا'' تو وہ دونوں گناہ میں برابر ہیں''۔

اگر برائی کا مضبوط ارادہ دل میں جم جائے لیکن اسے بیان نہ کرے اور اس پر عمل بھی نہ کرے، اسکی دو قسمیں ہیں:

[١] ایسا ارادہ جو اعمال قلوب میں سے ہو، مثلا اللہ پاک کی ذات اور اس کے اسماء وصفات یا ذات رسالت مآب ﷺ یا قیامت وغیرہ غیبی حقائق کے متعلق شکوک و شبہات میں مبتلا ہونا، اس کی مزید دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

(الف) انسان اللہ تعالی کے انتقام کے خوف سے اس شبہ کو زبان پر لانے کی جرأت نہ کرے اور اپنے دل کو مطمئن اور ثابت قدم رکھنے کی کوشش کرتا رہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''**ذلك صريح الإيمان** '' (مسلم ٢/ ١٥٣) ''یہی واضح ایمان کی نشانی ہے''۔ اور آپ ﷺ نے اسے یہ تلقین فرمائی کہ ''**آمنت بالله و رسله** '' پڑھا کرے (مسلم كتاب الإيمان ٢/ ١٥٣-١٥٤) اور ''**اعوذ بالله**'' کہے اور شبہ سے باز رہے (مسلم كتاب الإيمان ٢/ ١٥٤)

(ب) اگر یہ شکوک وشبہات دل میں راسخ ہوتے جائیں اور انسان ان کے ازالے کے لئے فکر مند بھی نہ ہو بلکہ ان کی بنا پر عبادات اور کار خیر میں سست اور بے رغبت ہوتا جائے، تو ایسا شخص یقیناً شدید مؤاخذہ کا مستحق ہوگا۔ بلکہ وہ رفتہ رفتہ کافر یا منافق بن جائے گا۔ أعاذنا الله۔ کتاب وسنت سے اس کا واضح ثبوت ملتا ہے مثلا ﴿**فويل للمصلينO الذين هم عن صلاتهم ساهونO**﴾ (الماعون ٤-٥) ''پس ان نمازیوں کے لئے ہلاکت ہے جو اپنی نمازوں سے غفلت برتتے ہیں''۔ ﴿**و لا يأتون الصلاة إلا و هم كسالي و لا ينفقون إلا و هم كارهونO**﴾ (التوبة ٥٤) ''نماز کو نہایت سستی سے آتے ہیں اور اگر (فی سبیل اللہ) خرچ کریں، تو بد دلی سے کرتے ہیں۔

[٢] ایسا ارادہ جو اعمال جوارح میں سے کسی عمل سے متعلق ہو، خواہ ان کا تعلق حقوق الٰہی سے ہو یا حقوق العباد سے تو اس کے بارے میں اہل علم کے دو اقوال ہیں:

(الف) جمہور علماء کے نزدیک اس کا مؤاخذہ ہوگا۔ کیونکہ یہ دل کا پختہ ارادہ ہے اور ایسا شخص گناہ کے لئے موقع کی تاک میں رہتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''**إن في الجسد مضغة إذا صلحت صلح الجسد كله وإذا فسدت فسد الجسد كله ألا وهي القلب**'' (بخاری كتاب الايمان ١/ ١٥٣،